

جلد ۵۷ | ہفتہ وار بروز جمعہ لاہور سے شائع ہوتا ہے۔ ۱۲ اپریل ۱۹۲۹ء | نمبر ۱۵

شعر و سخن

غزل

(از قلم شیریں رقم عالیجناب منشی کیدارناتھ صاحب منت)

معشوق مسیحا سے نہیں بڑھکے کوئی اور
محبوب ہے عیسےٰ سے نہیں بڑھکے کوئی اور

جو بادۂ ناب آبِ مصفا کو بنا دے
اس ساقیٔ قانا سے نہیں بڑھکے کوئی اور

جز نقشِ کفِ پائے خداوندِ مسیحا
روشن یدِ بیضا سے نہیں بڑھکے کوئی اور

قرآں میں قیامت کا نشاں کہتے ہیں جسکو
قد قامتِ رعنا سے نہیں بڑھکے کوئی اور

ہیکل ہو کہ مسجد ہو کہ مندر ہو کہ دربار
معبد تو ہے گرجا سے نہیں بڑھکے کوئی اور

اعجازِ خداوند پر آنکھوں کی گواہی
ہے دیدۂ اعمےٰ سے نہیں بڑھکے کوئی اور

یونان کی ابجد میں خداوند کا القاب
الفا سے اومیگا سے نہیں بڑھکے کوئی اور

اوصافِ خداوند میں اعلیٰ صفتِ دوستی ہے
غم خواریٔ اعدا سے نہیں بڑھکے کوئی اور

ہم قربتِ عیسےٰ میں جہاں پہنچے ہیں منت
اُس عالمِ بالا سے نہیں بڑھکے کوئی اور

نور افشاں کی توسیع اشاعت کے لئے سرگرم کوشش کیجئے +

نور افشاں

۱۲۔ اپریل ۱۹۲۹ء۔ لاہور

نجات از روئے انجیل و قرآن

عنوان بالا سے نور افشاں کی گذشتہ اشاعت میں عالیجناب ڈاکٹر صادق علی صاحب کپور تھلوی کا ایک مضمون درج ہوا ہے جو ہمارے اس رسالہ کے جواب کی صورت میں ہے جسکا نام "میں کیوں مسیحی ہو گیا" ہے ہمارے اس رسالہ کا جواب مولوی ثناء اللہ صاحب نے بھی اپنے اخبار اہلحدیث میں لکھا تھا جسکا جواب الجواب ہم نے نور افشاں میں بعنوان "چل میرے خامہ بسم اللہ" لکھکر آپ کو ہمیشہ کے لئے خاموش کر دیا۔ چنانچہ ڈاکٹر صاحب کو بھی ان کے جواب سے تشفی نہ ہوئی اور مجبور ہوئے کہ آپ خود میرے رسالہ بالا کا جواب لکھدیں۔ چنانچہ ڈاکٹر صاحب موصوف کی انشاء علیہ ہم ان کے جواب کو مسلسل طور پر نور افشاں میں ہدیہ ناظرین کرتے رہینگے۔ اور ہر ایک نمبر کے آخر میں ان کے شکوک کا ازالہ بھی کرتے جائینگے۔ ناظرین نور افشاں سے درخواست ہے کہ وہ ڈاکٹر صاحب کے راہ حق پر آنے کے لئے خدا سے دعا کرتے رہیں +

چونکہ ڈاکٹر صاحب موصوف کا پہلا نمبر گزشتہ نورافشاں میں ہماری غیر حاضری میں شائع ہوچکا ہے۔ لہٰذا اس نمبر کا جواب اس اشاعت میں عرض کیا جاتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کے مضمون کا خلاصہ ذیل کے دو جملوں میں ہے۔

(۱) نجات خدا پر ایمان لانے سے ملتی ہے۔

(ب) نجات ان اعمال صالحہ سے ملتی ہے جو ایمان کے ساتھ ہو۔

امر اول کے متعلق یہ عرض ہے کہ اگر صرف خدا کے وجود پر ایمان لانے سے نجات ملجائے تو شیطان سے لیکر اس شخص تک جس کے نامۂ اعمال میں ایک بھی نیکی نہ ہو نجات پاسکتا ہے۔ کیونکہ دونوں کا ایمان خدا کے وجود پر ہے شیطان اگرچہ شیطان ہے۔ لیکن خدا کے وجود پر اُس کا ایسا ہی مستحکم ایمان ہے کہ جس طرح کسی اور کا ہوسکتا ہے۔ اندریں صورت تمام بدکردار، فاسق، فاجر حتّٰی کہ کافر بھی نجات پاجائینگے۔ اور مسلم اور غیر مسلم کی خصوصیت اُٹھ جاتی ہے۔

چونکہ جناب نے ایمان کو اعمال صالحہ کے ساتھ مشروط کیا ہے۔ اس لئے اتنا عرض کرنا کافی ہے کہ قرآن شریف کے رو سے اعمال صالحہ کوئی چیز نہیں۔ خود آنحضرت صلعم ارشاد فرماتے ہیں کہ مجھ کو بھی میرے اعمال نجات نہیں دلاسکتے ہیں۔ (میں کیوں مسیحی ہوگیا صفحہ ۳۷) اب آپ ہی غور فرمائیں کہ آنحضرت سے بڑھکر کون ایماندار اور نیک کردار ہوسکتا ہے جب آپ اعمال صالحہ سے نجات نہیں پاسکتے ہیں تو زید و عمر کا کیا ذکر ہے۔

بہت جلد ضرورت ہے

۱۳/۴

ڈفرن ہسپتال کوئٹہ کے لئے پہلے طور پر ٹرینڈ نرس کی ضرورت ہے۔ تنخواہ ۶۰ روپیہ ماہوار۔ اور ایک ایسی ٹرینڈ کمپونڈر کی ضرورت ہے جو کلوروفارم دے سکے۔ مڈوائفری ٹرینڈ کو ترجیح دی جائیگی۔ تنخواہ ۶۰ روپیہ ماہوار۔ چھوٹے بچے نہ ہوں۔ درخواست ہائے معہ نقول اسناد پتہ ذیل پر جلد بھیجیں۔

لیڈی ڈاکٹر ڈفرن ہسپتال
کوئٹہ

لمعات

اُمان اللہ تخت سے کیوں اُتارا گیا؟

اٹلی کے وزیر اعظم مسولینی کا معرکۃ الآرا مضمون

یونائیٹیڈ فیچر سنڈیکیٹ نیویارک کی فرمائش پر اٹلی کے مطلق العنان وزیر اعظم مسولینی نے شاہ امان اللہ خاں کے تخت سے محروم کئے جانے کے متعلق ایک مضمون ایک امریکن اخبار میں شائع کیا ہے۔ مسولینی کی رائے میں کوئی قوم اسوقت تک ترقی نہیں کرسکتی جب تک اُس نے مذہب کو سیاست سے علیحدہ رکھنے کا فن نہ سیکھ رکھا ہو۔ مغرب کی حیرت انگیز ترقی اس حد فاصل کا نتیجہ ہے۔ جو اس نے مذہبی اور سول حکام کے درمیان قائم کر رکھی ہے۔ مسولینی کا مضمون اپنی نوعیت کے اعتبار سے نہایت دلچسپ اور بصیرت افروز ہے۔ درج ذیل ہے۔

مشرق سے ایک اور ثبوت اس امر کا ہم پہنچا ہے کہ انسانی ترقی کا قدم درجہ اعتدال سے زیادہ سرعت کے ساتھ اُٹھایا نہیں جاسکتا۔ اور ایسے لوگ جو پرانی روایات کی زنجیروں سے جکڑے ہوئے ہوں ایک نسل کے دوران میں موجودہ طرز کی قومیت میں تبدیل نہیں ہوجاتی ہیں۔ کہ ان میں تخصیص نہیں ہوسکتی۔ اور پُرانی تہذیب کے دعویدار ان میں کسی تبدیلی کو گوارا نہیں کرسکتے۔ افغانوں نے شاہ امان اللہ کی اصلاحات کے خلاف بغاوت کرنا ایک مقدس حق تصور کرلیا حالانکہ شاہ موصوف نے ان اصلاحوں کی ابتدا بہت سادہ چیزوں سے کی تھی۔ مثلاً عورتوں کو بے نقاب کرنا یوروپین لباس پہننا۔ ہمارے لئے یہ چیزیں معمولی ہیں لیکن افغانوں کے لئے مذہبی اہمیت رکھتی ہیں

مغرب میں سیاست اور مذہب کی علیحدگی

صرف مغرب میں مذہب اور سول انتظام کو علیحدہ رکھا جاتا ہے۔ ہم اُسے حکومت کا بنیادی اصول تسلیم کرتے ہیں کہ مذہبی پیشوا سول حکام سے جدا رہیں اور مغرب میں اس روایت کو اصولی حیثیت میں قائم ہوئے ایک ہزار سال کی مدت درکار ہوئی ہے۔ حضرت یسوع مسیح کے زمانے سے لیکر فریڈرک یا ہنری چہارم اور ڈینٹی کے زمانہ تک مذہبی اور سول حکام کی مسلسل جنگ جاری رہی۔ اور اس کا سلسلہ ختم نہ ہوا ابھی ایک سو برس ہی ہوئے کہ نپولین نے نارٹرے ڈیم کے گرجا میں پوپ پائیس ششم کے ہاتھ سے تاج چھین کر اپنے ہاتھ پر رکھ لیا جس سے یہ ظاہر کرنا مقصود تھا کہ میں دنیوی معاملات میں خود مختار ہوں۔ ہم مغرب میں مذہبی تبدیلی کے نتائج کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ کیا ہم کیتھولک چرچ کے ایک اصول کو بدل سکتے ہیں؟ کلیسائے انگلستان میں یہ سوال اُٹھایا گیا کہ کتاب عبادت میں چند تبدیلیاں کردو۔ بس اتنی سی بات سے سارا انگلستان تہ و بالا ہونے لگا۔ شمالی امریکہ میں اس مذہبی اختلاف کی بنا پر دو ٹکڑے ہوگئے ہیں کہ کیا مثلاً انتقا انجیل مقدس کے مطابق ہے یا متناقض لیکن مغربی دنیا کی یہ سب باتیں افغانستان کے واقعات کے مقابلہ میں بالکل معمولی ہیں۔ افغانستان میں تو نوجوان افغان بادشاہ نے قلم کی ایک حرکت سے مذہبی روایتوں کو منقلب کر ڈالا۔ باغیوں نے ملکہ ثریا کو خارج البلد کردینے کا مطالبہ کیا۔ ملکہ ثریا یوروپ کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک تاجداروں اور مریدوں کو اپنے حسن و جمال سے مسحور کرچکی ہے اور کسی شخص کو اس کے کیرکٹر میں ایک باریک سے باریک نقص بھی نظر نہیں آیا لیکن اپنے وطن میں جاتے ہی جب اس نے برقعہ اُتار پھینکا تو اس نے گویا اپنی نسل کی نسوانی روایات کو منقلب کردیا۔ اس کا اس کے سوا اور کوئی گناہ نہیں کہ اس نے اپنے بادشاہ کے حکم کی تعمیل میں ایک دیرینہ اور قائم شدہ رواج کو توڑ ڈالا۔ مغرب کی خوش قسمتی ہے کہ اس نے سول اور مذہبی حکام کے مابین حد فاصل کردی ہے۔ اور اس طرح ان معاملات کو جن میں آزادانہ تبدیلی کی جاسکتی ہے ایسے امور سے جدا کردیا ہے۔ جنکو لوگ اپنے ضمیر کے اصول کی حیثیت سے مقدس سمجھتے ہیں اور جن میں وہ کسی تبدیلی کے روادار نہیں ہیں۔

سیاست اور مذہب کی علیحدگی کا نتیجہ

اس تقسیم کا نتیجہ نکلا ہے کہ ہمیں سیاسی، سول اور اقتصادی معاملات میں انتہائی آزادی حاصل ہو۔ ان شعبوں میں ہم جو چاہیں کر سکتے ہیں۔ لیکن مذہب کا حلقہ ہم سے جدا ہے اور چرچ کے علما نہایت غیر گری سے اس کی حفاظت کرتے ہیں اور اس کے ارکان اور اصول میں کسی قسم کی مداخلت گوارا نہیں کر سکتے۔ مغرب میں جب کبھی کسی مذہبی اصول کو بدلنے کی کوشش کی گئی تو یہاں بھی اسی پیمانہ پر زلزل رونما ہوا جس قدر کہ آج مشرق میں نظر آتا ہے۔ کلیسائے روم اس مسلک پر سختی سے کاربند ہے کہ کسی ملک کے سیاسی معاملات میں دخل نہ دیا جائے۔ دنیوی امور کی پیچیدگی سے وابستہ ہوتے ہی کلیسائے روم کی ارفع و جداگانہ شان جاتی رہیگی۔ اس کے مشن کا روحانی تقدس دنیوی سازشوں کی ہنگامہ خیزی سے بالاتر ہے۔ جب ایک مضبوط دنیاوی حکومت اس سے متصل ہو۔ تو اس کی عظمت اور بھی دوبالا ہو جاتی ہے۔ لیکن اس کے برعکس ایک کمزور اور مذہبی تنازعوں میں پھنسی ہوئی دنیاوی حکومت کا اتصال کلیسائے روم کے اقتدار کو گرا دیتا ہے۔ اور اس کے اخلاق اثر و رسوخ کو زائل کر دیتا ہے۔ غرضیکہ مغرب ترقی کر سکتا ہے کیونکہ اس نے مذہب کو سیاسیات سے علیحدہ کر دیا ہے۔

جب شاہ امان اللہ نے اپنی اصلاحات کا دور شروع کیا تو اُنکے سامنے سول اور مذہبی سوسائٹی باہم مخلوط نظر آتی تھی اور اس کی مشکلات کا سرچشمہ یہی آمیزش تھی۔ کیا شاہ امان اللہ کو چندے انتظار کرنا چاہیے تھا؟ کیا اسکی ترقی کا قدم قدرے دھیما ہونا چاہیے تھا؟ یہ سوالات ہیں جو قدرتی طور پر ہمارے دل میں پیدا ہوتے ہیں۔

ٹرکی مغربی خیالات قبول کرنے کیلئے تیار تھا

اس اولوالعزم ملک مدبر اور زبردست فوجی سردار یعنی کمال پاشا کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے کہ اس نے اپنی یہاں کامیابی سے اصلاحیں نافذ کیں۔ لیکن اس ضمن میں ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ اس بطل عظیم کی شخصی عظمت کس قدر عظیم بالشان ہے۔ جس نے دو مرتبہ اپنے ملک کو خونریز جنگ سے بچایا اور اپنے ہموطنوں سے غازی کا لقب حاصل کیا۔ وہ ایک سرگرم کارکن ہے۔ اُسکی دولولہ انگیز اور تحریک خیز شخصیت ترکوں کے دلوں کو تسخیر کر چکی تھی۔ اور اس نے اپنی اصلاحوں کو تدریجی طور پر جاری کیا تھا۔ یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ ترک صدیوں سے یورپین تہذیب سے وابستہ رہے ہیں۔ ان کی سلطنت کسی زمانے میں یورپ، ایشیا اور افریقہ تک پھیلی ہوئی تھی۔ کمال پاشا کا اپنا کیریکٹر نہایت پختہ ہے۔ اور اس کے ماتحت لوگ مغربی خیالات کو اخذ کرنے کے عادی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب ایک قائم شدہ مذہبی نظام ایک نئی سول اور سیاسی طرز حکومت میں تبدیل کی گئی۔ تو وہ اس صدمہ کو آسانی سے برداشت کر گئے جو ایسی تبدیلیوں کا لازمی نتیجہ ہے۔

یہ امر قابل ذکر ہے کہ اہل روما نے جن ملکوں پر اپنا سیاسی نقش ثبت کیا۔ ان کے مذہبی عقائد میں کبھی دخل نہیں دیا اُنہوں نے اپنے خاص رومن ضابطہ شہریت و حکومت پر تو سختی سے عمل کیا۔ لیکن اُنہوں نے محکوم لوگوں سے یہ نہیں کہا کہ تم بھی ہمارے دیوتاؤں کی پرستش کرو۔ مذہب اور سیاست کے درمیان اُنہوں نے اس حدِ فاصل کو قائم رکھا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ دریائے فرات سے لیکر دریائے ٹیمز تک ایک وسیع سلطنت کا انتظام نہایت کامیابی سے چلاتے رہے۔ اور اس کے چپہ چپہ پر رومی تہذیب پھیلا دی۔

لوگوں کے مذہبی عقائد میں دخل نہ دو

جن ملکوں نے نوآبادیاں قائم کرنے میں کامیابی کا ثبوت دیا ہے وہ ہمیشہ رومن پالیسی پر کاربند رہے ہیں۔ ہندوستان میں جہاں مختلف عقائد کے لوگ بستے ہیں، انگریزوں نے اسی مسلک کو مدنظر رکھا کہ مذہب کو سیاست سے جدا رکھنا چاہیے۔ افغانستان میں جو حالات رونما ہوئے ہیں۔ اُن سے اس حقیقت کا ایک تازہ ثبوت ملتا ہے۔ کہ اگر لوگ رجعت پسند ہوں ترقی کی اہمیت کو سمجھنے کی اہلیت ان میں موجود نہ ہو۔ نسلی روایات سے سرشار ہوں اور جنہیں جتنا ان پر ملا سی ہو۔ اور ایسے لوگوں کو دیگر ترقی یافتہ اقوام کی طرح یکایک ترقی کی شاہراہ پر گامزن کر دیا جائے تو ہنگامہ خیز واقعات معرض ظہور میں آئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ شاہ امان اللہ نے اپنی غلطی کو پہچان لیا ہے۔ اور اگرچہ وہ اپنی قوم کو اگلی صف میں لانے کے لئے سرگرم ہیں۔ لیکن انہیں یہ سبق حاصل ہو چکا ہے کہ لوگوں نے جس عقیدہ کو صدیوں سے اپنی زندگی کا لازمی جزو قرار دے رکھا ہو وہ یکایک تبدیل نہیں ہو سکتا۔

(ماخوذ)

خاص مضامین

کتب عہد جدید کی صحت
پر
ایک محققانہ نظر

۱۸

پنجم۔ سکندریہ کا کلیمنٹ (سنہ ۱۵۰ء تا سنہ ۲۲۰ء) نے یونان اٹلی اور مشرق میں فلسفہ کی تعلیم پائی تھی۔ اور پھر وہ مسیحی ہو کر سنہ ۱۹۰ء میں سکندریہ کے مدرسۃ الالٰہیات کا پرنسپل ہو گیا۔ اس زمانہ میں اس نے اپنی کتب تحریر کیں۔ اور وہ اپنی کتب میں یہودیوں، مشرکوں اور مسیحیوں کی کتابوں سے کثرت سے اقتباس کرتا ہے۔ چونکہ سکندریہ علم و فضل کا دارالسلطنت تھا اور مسیحی کتب مقدسہ وہاں پڑھائی جاتی تھیں۔ لہٰذا اس کی کتب کا خاص طور پر مطالعہ کیا گیا ہے اس کا متن بھی پرانے نسخوں اور پرانے لاطینی ترجموں سے متفق ہے۔

ششم۔ قدیم مصنفین میں سے اوریجن (سنہ ۱۸۵ء - سنہ ۲۵۳ء) زیادہ قابل اور نامور کوئی شخص نہیں گذرا بالخصوص انجیل متن کا یہ شخص مسلم الثبوت استاد تھا ابھی وہ اٹھارہ سال کا نہیں تھا کہ سکندریہ کے مدرسۃ الالٰہیات کا کلیمنٹ کی جگہ پر پرنسپل بنایا گیا۔ اور سنہ ۲۳۱ء تک وہ اس مدرسہ میں پڑھاتا رہا۔ پھر جب وہ وہاں سے قیصریہ

کو چلا گیا تو وہاں اُس نے درس و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا۔ اُس نے عہد جدید کی کتب پر تفاسیر لکھیں۔ جن کے مطالعہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ان کُتب کے بیسیوں نسخے اسکی نظر سے گذر چکے تھے۔ اور اس نے مختلف قراتوں کی جانچ پڑتال نہایت عرقریزی سے کی تھی۔ جب ہم اس بات کا لحاظ کرتے ہیں کہ وہ دوسری صدی کا شخص تھا اور اُس نے نہایت قدیم نسخوں کا مطالعہ کیا تھا تو اس کی شہادت کی اصل حقیقت ہم پر کھل جاتی ہے۔ وہ عموماً بتاتا ہے کہ فلاں قرأت "بہت نسخوں میں" ملتی ہے۔ فلاں قرأت "قدیم ترین نسخوں میں" ملتی ہے اور فلاں قرأت "بہترین نسخوں میں" ملتی ہے۔ اس کی کتابیں الٰہیات کے مدرسہ کے کورس میں شامل ہو گئیں۔

ہفتم۔ ٹرٹولین (سنہ ۱۵۰ء تا سنہ ۲۲۰ء) یہ شخص پہلے وکالت کا کام کرتا تھا اور جب مسیحی ہُوا تو بڑا زبردست مصنف ثابت ہُوا۔ سنہ ۲۰۳ء میں یہ ایک بدعتی فرقہ کا پیرو ہو گیا پس وہ راسخ الاعتقاد اور بدعتی کلیساؤں کا شریک رہ چکا تھا اس کی کُتب میں کتب مقدسہ کے اقتباسات کثرت سے پائے جاتے ہیں۔

ہشتم۔ ہپولیطس (سنہ ۱۷۰ء تا سنہ ۲۵۰ء) یہ مصنف اوریجن کی طرح کثرت سے کتابیں تصنیف کیا کرتا تھا۔ اور رومی کلیسیا میں اپنے زمانہ کا بہترین عالم الٰہیات تھا۔ اس نے عہد عتیق اور عہد جدید کی مختلف کتب پر تفسیریں لکھی ہیں اس نے عہد جدید کے بے شمار حوالے دیئے ہیں۔

نہم۔ قیصریہ کا یوسی بیس (سنہ ۲۷۰ء تا سنہ ۳۴۰ء) قدیم کلیسیا کا مشہور مورخ گذرا ہے۔ اس کے پاس نہایت اعلےٰ کتب خانہ تھا۔ جس کا وہ کثرت سے استعمال کرتا تھا۔ اس میں بہترین نسخے موجود تھے۔ اور وہ اپنی تفاسیر میں عہد جدید کی مختلف قراتوں کا ذکر بھی کرتا ہے۔ پہلے مسیحی شاہنشاہ قسطنطین نے اسی نامور مصنف کو حکم دیا تھا کہ وہ اس کے نئے دارالسلطنت قسطنطنیہ کے لئے کتاب مقدس کی پچاس جلدیں تیار کرے۔ یہ جلدیں اُس نے بہترین اور صحیح ترین نسخوں سے نفیس چرمی قرطاس پر نہایت ہوشیار اور نفیس کاتبوں سے تیار کروائی تھیں۔

ناظرین کی واقفیت کے لئے ہم نے ان ابتدائی مسیحی مصنفین میں سے صرف چند ایک کا مختصر بطور نمونہ از خروارے ذکر کیا ہے۔ ہم ذیل میں ایک نقشہ دیتے ہیں جس پر نظر کرنے سے ان بزرگوں کی شہادت کی اہمیت ہم پر کھل جائیگی۔ اس نقشہ میں ہم صرف سات بزرگوں کی کتب کے اقتباسات کے ذکر پر اکتفا کرتے ہیں۔ ناظرین بجائے خود خیال کر سکتے ہیں کہ اگر ہم اس پیمانہ پر صرف پہلی چار صدیوں کے مشاہیر اساتذہ کا ہی کلام لیں تو انجیلی متن کی صحت کے حق میں اُن کی شہادت کیسی عالیشان اور زبردست ہوگی۔

نام مصنف	اناجیل اربعہ	اعمال	کیتھولک خطوط	خطوط پولس	مکاشفات	میزان کل
جسٹن شہید	۲٦۸	۱۰	٦	۴۳	۳	۳۳۰
آئرنیوس	۱۰۳۸	۱۹۴	۲۳	۴۹۹	٦۵	۱۸۱۹
سکندریہ کا کلیمنٹ	۱۰۱۷	۴۴	۲۰۷	۱۱۲۷	۱۱	۲۴۰٦
اوریجن	۹۲۳۱	۳۴۹	۳۹۹	۷۷۷۸	۱٦۵	۱۷۹۲۲
ٹرٹولین	۳۸۲۲	۵۰۲	۱۲۰	۲٦۰۹	۲۰۵	۷۲۵۸
ہپولیطس	۷۳۴	۴۲	۲۷	۳۸۷	۱۸۸	۱۳۷۸
یوسی بیس	۳۲۵۸	۲۱۱	۸۸	۱۵۹۲	۲۷	۵۱۷٦
میزان کل	۱۹۳٦۸	۱۳۵۲	۸۷۰	۱۴۰۳۵	٦٦۴	۳٦۲۸۹

اب ہم اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اگر پہلی چار صدیوں میں سے صرف سات اشخاص کی کتب میں چھتیس ہزار سے زائد اقتباسات موجود ہیں تو باقی پچاس مشاہیر اساتذہ کی کتب میں کتنے لاکھ اقتباسات موجود ہونگے اور اگر ہم صرف پہلی چار صدیوں کے تمام مصنفین کی کتابوں کی کھوج لگائیں تو یہ اقتباسات کروڑوں کی شمار سے بھی بڑھ جائینگے۔ یہ کروڑوں اقتباسات انجیل جلیل کے متن کی صحت کے گواہ ہیں۔ جو تیرہ ہزار یونانی اور دیگر زبانوں کے نسخوں کے علاوہ اور مشرق و مغرب کے مصنفین کی کتابوں میں موجود ہیں۔ کیا ان ہزاروں لاکھوں بلکہ کروڑوں گواہوں کی موجودگی میں کوئی سلیم الطبع انسان یہ کہہ سکتا ہے کہ موجودہ انجیل محرف ہے اور پایۂ اعتبار سے ساقط ہے۔ یہ تمام گواہ بیک زبان موجودہ انجیل کی عبارت کی اصلیت اور صحت کے شاہد ہیں۔ اس پر بھی:

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

اصول تحقیق و تنقید

ہمارے مسلمان بھائیوں پر یہ ظاہر ہو گیا ہوگا کہ جہاں وہ قرآن شریف کے متن کے صحیح ہونے کا دعوےٰ کرتے ہیں اور اس دعوےٰ کے ثبوت میں کوئی دلیل یا قدیم نسخہ پیش نہیں کر سکتے بلکہ اپنے دعوےٰ کو ایک اور بے بنیاد دعوےٰ کے سہارا دیتے ہیں یعنی یہ کہ حفاظ قرآن ہر طرح کے سہو و نسیان سے پاک تھے۔ اور یوں گویا فوق البشر تھے وہاں عیسائی انجیل مقدس کے متن کی صحت کے ثبوت میں ہزاروں قدیم نسخے پیش کرتے ہیں اور ان نسخوں کو اصول تنقید کے مطابق پرکھ کر کھوٹے کو کھرے سے الگ کر کے اور غلط اور صحیح میں تمیز کر کے انجیل جلیل کا صحیح ترین متن ہمارے ہاتھوں میں رکھ دیتے ہیں۔ یہ اصول تنقید کیا ہیں۔ یہ ظاہر ہے کہ نسخوں کے متن کو قائم کرنے کے بہت سے طریقے ہو سکتے ہیں۔

سب سے آسان طریقہ متن کو معلوم کرنے کا یہ ہے کہ نقاد اپنے سامنے مختلف نسخے رکھے اور جہاں اختلاف قرأت ہو وہ مختلف نسخوں کا ملاحظہ کرے اور ان میں جو قرأت اُسکو پسند آئے وہ اُسکو اختیار کرے۔ یہ طریقہ غتائی مصنوعی کا طریقہ ہے۔

برکت اللہ

مراسلات

نور افشان کے واسطے

(از قلم حقیقت رقم عالیجناب حضرت واعظ صاحب)

چل میرے خامہ بسم اللہ

بہت دن نہیں گذرے جب نور افشاں میں اس بات کا ڈھول بج رہا تھا کہ نور افشاں میں کیسا اُردو ہونا چاہئے۔ جب سے نور افشاں جاری ہوا ہے۔ میں اسکو پڑھتا ہوں۔ یہ سوال کبھی نہیں اُٹھا تھا۔ کیونکہ یہ اخبار عام لوگوں کے واسطے عام بول چال۔ عام فہم اور روزمرہ میں اپنا کام کرتا رہا ہے۔ اس کا اُردو کبھی مسلم نما کبھی ہندو نما کبھی سکھ نما اور کبھی رومن نما ہوتا رہا ہے۔ جیسا ایڈیٹر ہوا جس لیاقت کا ہوا ویسا اُردو رہا۔ سب لوگ سمجھتے تھے البتہ فصیح اُردو کے خیال سے مرحوم سفیر کا زمانہ ایسا تھا کہ ناظرین پڑھ کر معلوم کر لیتے تھے کہ ایڈیٹر کوئی اہل زبان دہلوی ہے۔ وہ اچھا فصیح اور روزمرہ لکھا کرتے تھے۔ اسوقت بھی کسی نے یہ نہ کہا کہ واہ واہ ایسا اُردو ہونا چاہئے۔ عوام اخبارات میں زبان کی فصاحت کو نہیں دیکھتے۔ وہ تو ایڈیٹر کی لیاقت کو دیکھتے ہیں کہ جو کچھ وہ لکھ رہا ہے مدلل اور عام فہم ہے جسکو نہ صرف شہری بلکہ دیہاتی بھی سمجھتے ہیں۔ جہاں تک مجھے یاد ہے زبان کا شور صرف اسواسطے مچا تھا کہ چند عرصہ کے واسطے ایسے مضامین نور افشاں میں شائع ہونے لگے جو عام فہم نہ تھے۔ خیر وہ وقت بھی گذر گیا۔ اب تو جبکہ سے پادری پال صاحب نے اِسکی ادارت اپنے ہاتھ میں لی ہے زبان اُردو کے جھگڑے کا خیال ہی جاتا رہا۔ اسکی وجہ یہ نہیں کہ فصاحت کے دریا بہنے لگے۔ بلکہ ضرورت کے مطابق مضامین شائع ہونے لگے۔ پادری صاحب باوجود عالم متبحر ہونے کے عالمانہ زبان نہیں لکھتے چنانچہ جیسی سادہ عام فہم اُن کی تحریر اُنکی تصنیفات ہے ویسے ہی اخبار میں بھی ہے۔ ناظرین نے دیکھا ہوگا کہ جن مشکل مسائل پر اُنہوں نے بعض کتب تصنیف کی ہیں۔ اُنمیں بھی اُنہوں نے عام فہم زبان اور سادگی کو نہیں چھوڑا تاکہ اُن کی محنت کا مدعا پورا ہو کہ سب لوگ سمجھ سکیں۔ یہ بھی کوئی تحریر ہے کہ صرف عالم ہی سمجھیں۔ مدعا تو ہے انجیل کی اشاعت۔ نجات کی بشارت۔ اور دوسروں کے واسطے ہے۔ پس جو کچھ ہم لکھتے اور جو کچھ بولتے ہیں وہ اپنی علمیت کا اظہار نہیں۔ بلکہ گنہگاروں کو نجات کی بشارت ہے سو یہ نور افشاں پورا کر رہا ہے۔ پھر ملاحظہ فرمائیے۔ کیسے کیسے شاندار مضامین شائع ہو رہے ہیں کہ پڑھتے ہی جی پھڑک اُٹھتا ہے۔

اب یہ ۱۲ نمبر جو آپ نے مولوی ثناء اللہ صاحب کی نذر کئے ہیں جسکا عنوان ہے "چل میرے خامہ بسم اللہ" کیسی خوبی سے لکھے ہیں کہ دشمن بھی عش عش کرتے ہیں۔ ناظرین نور افشان حیران ہونگے۔ ان میں سے اکثر مضامین ہندو آریہ اخبارات نے بجنسہٖ اپنے اخبارات میں نقل کئے ہیں۔ ورنہ نور افشاں کیا اور اس کے مضامین کا نقل کیا معنے۔ یہ صرف موجودہ ایڈیٹر صاحب کی خداداد خوبی کی وجہ سے ہے نہ زبان دانی کی وجہ سے۔ مضامین میں خوبی ہے۔ پر مطلب ہیں۔ دوست دشمن سب صاد کرتے ہیں۔ کیوں نہ کریں جبکہ نور افشاں کا مدعائے نور افشانی پورا ہو رہا ہے۔ نامہ نگار بھی ایڈیٹر کے رنگ میں رنگے جا رہے ہیں۔ اچھے اچھے مضامین اچھی اچھی خبریں۔ زمانہ کی ضرورت کے مطابق درج کی جاتی ہیں۔ اگرچہ ایڈیٹر صاحب محتاج نہیں کہ کوئی اُن کا ہاتھ بٹائے مگر ضرور ہے کہ نامہ نگار بھی مدد کا ہاتھ بڑھائے۔ کہیں یوں رنگ برنگ۔ ورنہ نوع بنوع کے پھولوں کا عطر دماغ کو معطر کرتا ہے۔ طبیعت خوش ہوتی ہے ❊

آپ یہ نہ خیال کریں کہ نور افشان کی حالت اس وقت بے نقص ہے۔ انسان کے کام کیسے ہی کامل ہوں نقص سے خالی نہیں۔ ایڈیٹر صاحب میں تو یہ نقص ہے کہ جبکی جان کے پیچھے پڑتے ہیں چاہتے ہیں کہ اُسکی جان لے کے ہی چھوڑیں۔ حالانکہ کلام فرماتا ہے۔ کہ ایسے شخص کو دو چار دفعہ نصیحت کر کے چھوڑ دے۔ اُس سے کنارہ کرے۔ آپ ہی سسک سسک کر مرجائیگا۔ چنانچہ اسکی بابت پیشتر بھی میں عرض کرچکا ہوں جسکو آپ نے آدھے دل سے قبول کیا ہے۔ دوسری عرض یہ ہے کہ نامہ نگاروں کی دلجوئی کی خاطر فضول اور بے مطلب بعض مضامین درج کئے جاتے ہیں جن سے نہ تو کلیسیا کو فائدہ نہ دیگر ناظرین کو۔ ہاں اگر فائدہ ہے تو صرف اتنا کہ بابو صرف الدین کی نظم اور منشی رُلدو کا مضمون اخبار میں شائع ہو گیا۔ اب ان فضولیات سے بھی نور افشاں کو پاک رکھنا چاہئے۔ اور مفید مضامین کو جگہ دینی چاہئے۔

اب آخر میں میری عرض ہے کہ نور افشاں تو جو کچھ اس سے ہو سکتا ہے کر رہا ہے۔ خدا چاہے تو اس سے بھی بہتر کریگا۔ لیکن اسکو بہتر اور مفید بنانا پنجابی مسیحیوں کا فرض ہے۔ ہندوستانی تو رومن کے دلدادہ ہیں۔ آپ نے دیکھا کہ کوکب ہند ذرا انچابیوں کے ہاتھ پڑا تھا تو کیسا چمک اُٹھا تھا کہ یو۔ پی والوں کی آنکھیں چندھیا گئیں۔ پھر شور اُٹھا کہ اسکو رومن میں کرو۔ ورنہ یہ گیا۔ لیکن نور افشاں کو رومن سے کوئی واسطہ نہیں۔ اسکو بڑھانا۔ اسکو چمکانا اور اسکی اشاعت کو بڑھانا ہم پنجابیوں کا کام ہے جسقدر اسکے خریدار زیادہ ہونگے اسیقدر یہ زیادہ چمکیگا۔ اپنا نور دور تک پھیلائیگا۔ اس کا ثواب آپ کو ملیگا۔

مانا کہ آپ کو نجات کے واسطے کسی ثواب کی ضرورت نہیں۔ اسکے یہ معنے تو نہیں جس طرح ہندو مسلمان ہم کو طعنہ دیتے ہیں کہ مسیح کا کفارہ مسیحیوں کو تمام نیک کاموں سے مستغنی کرتا ہے۔ یہ تو کفر ہے۔ جو وہ ہمارے خلاف بولتے ہیں۔ ہمیں تو حکم ہے کہ نیک کام کرنے میں غفلت نہ کریں۔ اصل نیکی یہی ہے کہ گنہگاروں تک انجیل یعنے نجات کی خوشخبری پہنچائیں۔ اس کا اجر ضرور ملیگا اور نور افشاں کی اشاعت کو بڑھانا گنہگاروں کو بشارت پہنچانا ہے جو یہ کریگا اپنا اجر پائے بغیر نہ رہیگا۔

کمترین ایڈیٹر قبلہ حضرت واعظ صاحب کا بیحد شکرگذار ہے کہ آپ نے ہمارے عیوب سے ہمیں آگاہ کیا۔ میرے دل میں نور افشان کے متعلق بہت کچھ ولولے ہیں جو آپ جیسے مددگار وغیرہ کے بغیر پورے نہ ہو سکینگے اور ہم حتی الامکان کوشش کرینگے کہ نور افشاں تمام عیوب سے پاک ہو

قبلہ حضرت واعظ کی کھلی چٹھی کا جواب

بھر بھر کے پلاتا جا شیشے میں نہ رکھ باقی
تشنہ نہوں یں اے ساقی مدت سے خدا جانے

۱۵ مارچ کے نور افشاں میں کھلی چٹھی پڑھی۔ فی الحقیقت بزرگ واعظ صاحب حق بجانب ہیں۔ لیکن راستی کا مادہ آتشی کے تنا تحویل بھی تو نہیں ہوسکتا۔ سڑیل مُردہ کو جب تک جلاکر راکھ نہ بنا دیا جائے۔ اُسکی تو گلی سڑی ہڈیوں میں سے بھی تعفن ہی نکلیگا۔ بھلا آپ تو اب بڑھے ہوگئے ہیں۔ کیوں جوانوں کو میدان میں اُتر کر پیغام جنگ (صلح) کا قلع قمع ہی نہیں کرنے دیتے؟

مرحوم اکبر مسیح نے اگرچہ مدت ہوئی قادیانیوں کو دفن کردیا تھا۔ تاہم بقول شخصے۔

بعد از فنا بھی اُن کی جاتی نہیں کدورت
اسکی قبر پہ بیٹھے یہ خاک اُڑا رہے ہیں

مدت کے بعد ذرا نور افشانی ہونے لگی ہے۔ لہٰذا آپ سا دکرم جوانوں کو میدان میں اُتر کر دو دو ہاتھ کرلینے دیجئے۔ فتح تو یقیناً راستی ہی کی ہے۔

لاکھوں جتن شنا کرے شیرقغاں کے ساتھ
آنری گروہ لے جکا ہے قادیاں کے ساتھ

سکندرخاں۔ از ضلع شیخوپورہ

جنگل میں پکارنے والے کی آواز

آج خداوند مسیح دریائے راوی کے اُس پار ضلع شیخوپورہ کے مغربی اور جنوب مغربی حصہ میں قدیم جنگل آبادکاروں کے درمیان اپنے بندوں کو بلا رہا ہے۔ کون اُسکی آواز سُنکر اس جنگل میں دکھ اُٹھانے کو تیار ہے؟

یاد رہے کہ یہ علاقہ خداوند مسیح سے بالکل ناواقف۔ غم اور نفس پرست ہے۔ یہاں مسیحیوں کی دہری قسم ہوگی جو مسیح کی اپنے لوگوں میں تھی۔ بھوک۔ پیاس۔ تنگی۔ بے خانمانی غرضیکہ ہر طرح کی لعن طعن اور مصیبتیں برداشت کرنی پڑینگی۔ بلکہ ممکن ہے ایسی تکلیف کا سامنا کرنا پڑے۔ جو انسان کے خواب وخیال میں بھی نہ ہوں نہ کسی مشن کا پورے طور پر اس طرف دخل ہے اور نہ کوئی مشنری خداوند مسیح کے نام پر اس طرف آنے کی زحمت گوارا کرنا پسند ہی کرتا ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ یہاں نہ تو موٹر آسکتی ہے نہ بنگلہ مل سکتا ہے نہ بقول خداوند مسیح "پاؤں رکھنے کو جگہ"۔ البتہ ایسے مبشروں کی ضرورت ہے جنکو خداوند نے بزرگ فورمن۔ نیوٹن۔ بٹیمن۔ سوامی سندرسنگھ وغیرہ صاحبان جیسا دل دیا ہو۔ بلکہ جنکو پطرس۔ اور یوحنا کی سی روح کی طاقت بخشی گئی ہو۔

(۲) جنگل میں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ آواز

کون خداوند مسیح کی آواز کو سنکر لبیک کہیگا؟ کسی مشن یا مشنری کی آواز نہیں بلکہ خود خداوند مسیح کی بلاہٹ کو۔

(۳) جنگل میں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ آواز

تبت نیپال۔ افغانستان سے بلاہٹ ہو تو سینکڑوں تیار ہوگئے۔ لیکن پنجاب کے ایک ضلع کے صرف ایک حصہ سے آواز ہے۔ اسکو کون سنیگا؟ بھلا دیکھیں تو سہی کتنے مسیح پر جان نثار کرنے والے صرف مسیح کے نام پر بذریعہ نور افشاں آمادگی ظاہر کرتے ہیں؟

مکرر یاد رہے کہ منہ سے کہہ دینا آسان ہے تحریر میں سے آنا تو اور بھی آسان ہے۔ لیکن عمل جامہ پہنانا افضل ترین ہے اور وہ بھی خداوند مسیح کے نام پر۔

پوشیدہ نہ رہے کہ یہاں سے کوئی اچھا اور ی رپورٹ یا تسلا تشفی ملنا سوائے خداوند مسیح کی غیبی مدد کے محال ہے۔ البتہ کہیں کہیں ایک آدھ مسیحی بھی ہے۔ مگر وہ بھی کمزور۔

راقم۔ سکندرخاں

صحت انجیل

(از پادری عبدالحق صاحب۔ فاتح قادیان)

عہد جدید کے کل صحیفے ۲۷ ہیں جنکے جملہ ابواب کا شمار ۲۶۰ اور کل آیات کے نمبروں کی تعداد ۷۹۵۶ ہے۔ ان میں سے ۷۹۳۹ تو قطعاً غیر مشکوک ہیں اور صرف ۱۶ آئتیں اور ایک آیت کا ایک حصہ مشکوک ہے۔ جسکی تفصیل حسب ذیل ہے۔

(۱) انجیل متی آیات کا شمار ۱۰۷۱ ہے۔ ان میں سے تین مشکوک ہیں یعنی ۱۷:۲۱ + ۱۸:۱۱ اور ۲۳:۱۴ اور باقی ۱۰۶۸ غیر مشکوک

(۲) انجیل مرقس کی آیات ۶۷۸ ہیں جن میں سے پانچ یعنی ۱۱:۲۶ + ۱۵:۲۸ + ۷:۱۶ + ۹:۴۴ اور ۹:۴۶ مشکوک ہیں اور ۶۷۳ غیر مشکوک۔

(۳) انجیل لوقا ۱۱۵۱ آئتیں ہیں جن میں سے دو یعنی ۱۷:۳۶ اور ۲۳:۱۷ مشکوک اور باقی ۱۱۴۹ غیر مشکوک ہیں

(۴) انجیل یوحنا کی کل آیات کا نمبر شمار ۸۷۹ ہے۔ ان میں سے ایک یعنی ۵:۴ مشکوک ہے اور باقی ۸۷۸ غیر مشکوک

(۵) اعمال الرسل کی کل آیات شمار میں ۱۰۰۶ ہیں جن میں سے چار یعنی ۸:۳۷ + ۱۵:۳۴ + ۲۴:۷ اور ۲۸:۲۹ مشکوک اور ۱۰۰۲ غیر مشکوک ہیں

(۶) خط رومیوں کی کل ۴۳۳ آئتیں ہیں جن میں سے صرف ایک یعنی ۱۶:۲۴ مشکوک اور ۴۳۲ غیر مشکوک ہیں

(۷) خط اول یوحنا میں کل ۱۰۵ آیات ہیں۔ ان میں سے ایک آیت یعنی ۵:۷ کا ایک حصہ مشکوک ہے اور باقی کل کتاب غیر مشکوک۔ پس

تمام عہد جدید میں کل ۱۶ آئتیں

اور ایک آیت کا ایک حصہ ایسا ہے جسے ہم نے مشکوک بتایا ہے اور یہی وہ آئتیں ہیں جو پرانے ترجمے میں پائی جاتی تھیں۔ مگر نئے ترجمے میں موجود نہیں ہیں۔ اب حل طلب صرف یہی آیات رہ جاتی ہیں۔ ان کے بارہ میں ہم اس حقیقت کا اعادہ ضروری سمجھتے ہیں کہ آیات کا نمبر شمار الہامی نہیں بلکہ یہ بہت عرصہ بعد یعنی ۱۵۵۱ء میں رابرٹ سٹیفن کی تقسیم کے مطابق ہے پس آیات کے نمبروں کی کمی کا اعتراض باطل ٹھہرتا ہے اور حل طلب امر یہ رہ جاتا ہے کہ وہ جملے جو ان نمبروں سے متعلق تھے کس بنا پر غیر الہامی ٹھہرا کر کلام مقدس سے الگ کئے گئے اب ہم اُن جملوں کا بیان مختصر طور پر الگ الگ پیش کرتے



دکھا دینگے کہ کلام مقدس میں ان جملوں کے اضافہ سے کوئی جدید بات معلوم نہیں ہوتی۔ اور نہ ہی مزید علم ان سے ہوتا ہے۔ بلکہ وہ اس قسم کے ہیں کہ معمولی عقل کا آدمی بھی اصل متن سے جواب ہمارے ہاتھوں میں ہے وہی باتیں اخذ کرسکتا ہے۔ جو ان جملوں میں پائی جاتی ہیں۔ اور اس سے صاف طور پر آشکارا ہو جاتا ہے کہ وہ جملے درحقیقت بعض قدیم نسخوں کے حواشی تھے جو متن سے خاص امتیاز نہ رکھنے کے باعث مدتوں نقل در نقل ہونے کے باعث یکے بعد دیگرے متن میں راہ پاگئے۔

تفصیل بیان۔ پہلے ہم اس قسم کی مثالیں دیکر مجملاً اس کا ذکر کرچکے ہیں۔ اب مزید آگاہی کے لئے کسی قدر تفصیل کے ساتھ ان جملوں کا بیان پیش کرتے ہیں۔

(۱) متی ۱۷ باب ۲۱ آیت

"مگر اس طرح کے دیو بغیر دعا و روزہ کے نہیں نکالے جاتے" (پرانا اردو ترجمہ)

"لیکن این نوع بیروں نمے رود جز بدعا و روزہ" (پرانا فارسی ترجمہ)

"واما هذا الجنس فلا يخرج الا بالصلوٰة والصوم" (پرانا عربی ترجمہ)

اگر اس واقعہ کو مرقس کی انجیل میں دیکھیں تو ۹:۲۹ کا پرانا اردو ترجمہ یوں ہے کہ "یہ جنس سوا دعا اور روزہ کے کسی اور طرح سے نکل نہیں سکتی"۔ اگر ان الفاظ کے ساتھ متی ۱۷:۲۱ کے فارسی اور عربی ترجموں کا مقابلہ کریں تو دونو مقاموں کے پرانے ترجموں میں لفظی اختلاف صرف ترجمے کا اختلاف ہے۔ ورنہ حقیقت میں الفاظ یکساں ہیں جنکا مفہوم مختلف الفاظ میں ادا کیا گیا ہے۔ پس صاف ظاہر ہے کہ چونکہ مرقس کی انجیل میں اسی واقعے کے متعلق مسیح کے یہ الفاظ پائے جاتے تھے۔ اس لئے متی کی انجیل کے اسی واقع کے حاشیہ پر بھی مسیح کے بیان کی تکمیل کی غرض سے وہی الفاظ لکھے گئے۔ یہ بیان بالکل صاف ہے۔ صرف لفظ "روزہ" کا سوال باقی رہ جاتا ہے۔ جواب مرقس ۹:۲۹ میں بھی موجود نہیں۔ سو واضح ہو کہ روزہ کی انجیل مقدس میں مخالفت نہیں پائی جاتی بلکہ حقیقی و غیر حقیقی روزہ کا فرق بیان کیا گیا ہے (دیکھو متی ۶:۱۶ تا ۱۸ وغیرہ) مگر قدیم اگناسٹک اور دیگر مشرقی یعنی مصر شوریہ اور عرب کے مسیحی فرقے اس پر دینی رسم کے طور پر زور دیتے تھے۔ اس لئے پہلے یہ لفظ ۹:۲۹ کے حاشیہ پر لکھا گیا اور پھر چوتھی صدی کے بعد غلطی سے جزو متن سمجھکر لفظ دعا کے ساتھ معطوف کرکے متن میں داخل کیا گیا۔ کیونکہ پہاڑی وعظ میں دعا کے آگے روزہ کا ذکر پایا جاتا ہے۔ (دیکھو متی ۶:۵ تا ۱۸)

پھر وہی الفاظ جو مرقس میں پائے جاتے تھے بجنسہ متی میں بھی آگئے۔ لیکن معتبر شہادتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ مرقس ۹:۲۹ میں لفظ روزہ اور متی ۱۷:۲۱ کا پورا جملہ جزو متن نہیں۔ چنانچہ قدیم نسخوں میں یعنی نسخہ وٹیکن یا بی اور نسخہ سینا یا الف میں نہ لفظ روزہ مرقس ۹:۲۹ میں پایا جاتا ہے اور نہ ہی یہ جملہ انجیل متی میں۔ اور اسی طرح یہ الفاظ زیادہ قدیم سریانی اور لاطینی ترجموں میں بھی نہیں پائے جاتے اور یہ شہادت دوسری صدی تک جا پہنچتی ہے۔ (باقی باقی)

ڈاکٹر صادق علی کی خدمتمیں عرض

(از قلم حقیقت رقم عالیجناب حضرت واعظ صاحب)

چند ماہ ہوئے کہ جب میں کیمبلپور گیا تھا تو ڈاکٹر صاحب کا نیاز مجھے حاصل ہوا تھا۔ کچھ دوستانہ گفتگو بھی ہوئی تھی جس کا خلاصہ میں نے اخبار میں درج کیا تھا جس کا لب لباب یہ تھا کہ ڈاکٹر صاحب ایک طرح سے مسیحی ہیں۔ اس پر اگرچہ انہوں نے کچھ لکھا تو نہیں تھا مگر سننے میں آیا کہ اسکو انہوں نے منظور نہیں کیا۔ اب انہوں نے "میں کیوں مسیحی ہوا" رسالہ پر اپنی تنقید شروع کی ہے جسکی پہلی قسط ۵ تاریخ کے نور افشاں میں شائع ہوئی ہے اب وہ فرماتے ہیں کہ جو کچھ انجیل میں ہے وہی قرآن میں ہے۔ ڈاکٹر صاحب بزرگ ہیں عقل بھی کسیقدر بزرگانہ ہے۔ مگر فیصلہ طفلانہ معلوم ہوتا ہے۔ دماغ ہے۔ مگر اتنی تکلیف دماغ کو نہیں دیتے کہ جب قرآن انہی باتوں کی نقل ہے جو ۶۰۰ برس پیشتر انجیل میں ظاہر ہوچکیں الہام نے ان پر مہر کردی تو پھر مسلمان کہلانے کی کیا ضرورت رہی۔ سیدھی طرح کیوں نہیں کہتے کہ میں مسیحی ہوں۔ اس میرے دعویٰ کو اور آپ کی تحریر کو پادری پال صاحب ہمارے قرآن میں ثابت کرچکے ہیں تو اب عذر کیا۔ اگر میں یا آپ کسی مصنف کی تصنیف سے اقتباس کرکے ایک کتاب لکھدیں اور اسکو ایجاد بندہ مشہور کریں تو دنیا کیا کہیگی۔ آپ بے فائدہ پادری صاحب پر مغز ماری کرنے لگے ہیں۔ مولوی ثناء اللہ صاحب تو ہار بیٹھے آپ بھی میرا کہنا مان لیں۔ بے کار مباش کچھ کیا کر عمل لاحاصل ہے۔ میری دوستانہ صلاح ہے۔ آپ مسلمان ہیں یا میری بات کب مانینگے۔ بوقت ملاقات بھی تو یہی باتیں ہوئی تھیں۔ آپ کی اکثر تحریرات میں بھی یہی تذکرہ ہوا کرتا ہے یا تو آپ کہدیں کہ میں مسلم مسیحی ہوں یا اور کیا؟

مسیحی خبریں

۶ اپریل کو عالیجناب مسٹر موز کی دختر نیک اختر کی شادی عالیجناب پادری دینا ناتھ صاحب پاسٹر ہولی ٹرینٹی چرچ انارکلی لاہور کے ساتھ امرتسر میں ہوئی۔ بہت دور و دراز مضافات سے طرفین کے اقارب اور احباب تشریف لائے تھے۔ اور نہایت تزک و احتشام کے ساتھ شادی کی رسم ادا کی گئی۔ بدقسمتی اور علالت کی وجہ سے خاکسار اس مبارک رسم میں شریک نہ ہوسکا۔ امید ہے کہ مسٹر موز ہمیں معاف فرما دینگے (اڈیٹر)

گذشتہ ہفتہ میں لاہور پریسبٹری کے اجلاس نولکھا چرچ میں ہوتے رہے اور چند اہم قرار داد پاس ہوئیں

خاکسار کانپور کے احباب کا بیحد مشکور ہے جنہوں نے کمترین کی ایک ہی آواز پر نور افشاں کے لئے تیس خریدار

کے ہر بچے کا نہ صرف وعدہ کیا بلکہ آئندہ کے لئے بہی ہمت افزائی کا وعدہ فرمایا۔ یہ سب کچھ میرے عزیز اور نوجوان دوست مسٹر ڈیوڈسن کی کوشش کا نتیجہ ہے (ایڈیٹر)

ایک شکوک خبر ہے کہ عالیجناب پادری این طالب الدین صاحب بی۔اے انبالہ چھاؤنی سے سہارنپور سیمنری کالج پروفیسر ہوکر تشریف لے جارہے ہیں ؀

پنجاب سبت اسکول کنونشن

کا

پروگرام

راولپنڈی اپریل ۱۳ سے ۱۵ تک ۱۹۲۹ء

سنیچر ۱۳ اپریل ۱۹۲۹ء

صبح ½۷ بجے سے ۸ تک چھوٹی حاضری

صبح ½۸ بجے سے ۱۰ تک اگزیکیوٹیو کمیٹی کی میٹنگ

صبح ۱۰-۰۵ سے ۱۱ بجے تک عبادت اور صدر صاحب کی افتتاحی تقریر

صبح ۱۱ سے ۱۱-۱۵ تک خوش آمدید سپاس نامہ وجواب

صبح ۱۱-۱۵ سے ۱۲ تک مقاصد سبت سکول از جانب مسٹر آر بینرجی

۱۲ سے ۲-۳۰ تک دوپہر کا کھانا و آرام

دوپہر کے بعد کا جلسہ

۲-۳۰ سے ۳ بجے تک عبادت

۳ سے ۳-۴۵ تک بچوں کی علم النفس ریورنڈ جے سی بینرجی

۳-۴۵ سے ۴-۱۵ تک ڈیلیگیٹوں کی رپورٹ

۴-۱۵ سے ۷ بجے شام تک چائے وغیرہ

۷ سے ۸ بجے شام تک رات کا کھانا

شام کا جلسہ

۸ سے ۹-۴۵ تک پرہیزگاری کا ڈرامہ زیر نگرانی مسٹر بی سی لال ہیڈ ماسٹر مشن اسکول راولپنڈی

اتوار ۱۴ اپریل ۱۹۲۹ء

کنونشن کا کوئی خاص پروگرام نہیں صرف اتوار کی معمولی عبادتیں ہونگی۔

پیر ۱۵ اپریل ۱۹۲۹ء

صبح کا جلسہ

صبح ۷-۳۰ سے ۸ بجے تک چھوٹی حاضری

صبح ۸-۳۰ سے ۹ بجے تک عبادت ریورنڈ ڈی ہیں داس

صبح ۹ سے ۹-۳۰ تک ایس ایس ٹیچرس کی لیاقت اور ٹرننگ۔ از جانب ریورنڈ اے۔آر۔اے فوسٹر

صبح ۹-۳۰ سے ۱۰ تک بائبل کے قصے کے سیاق وسباق درجوں میں اول مڈل تک دوسرا مڈل کے اوپر تک

۱۰-۳۰ سے ۱۱ تک۔ کلیسیا کی زندگی میں سنڈے اسکول کا حصہ۔ از جانب ریورنڈ ای۔ گیٹس

۱۱ سے ۱۱-۴۵ تک۔ عملی سبق اعلےٰ درجوں کے لئے از جانب ریورنڈ ای۔ایل پلیڈر ڈی۔ڈی

۱۱-۴۵ سے ۲-۳۰ تک دوپہر کا کھانا اور آرام۔

دوپہر کے بعد کا جلسہ

۲-۳۰ سے ۳-۳۰ تک اگزیکیوٹیو کمیٹی کی میٹنگ

۳-۳۰ سے ۳-۴۵ تک جھنڈے اور دیگر انعامات کی تقسیم

۴ سے ۴-۳۰ تک چائے وغیرہ

۴-۴۵ سے ۵-۳۰ تک عملی سبق جونیرس کے لئے۔ مس ایچ۔اے۔ لالچند پٹھانکوٹ

شام کا جلسہ

۸-۳۰ سے ۹-۱۵ تک۔ ڈیلیگیٹوں کی رپورٹ آفیسروں کا چننا۔ دوسری کنونشن کے لئے تاریخ اور جگہ مقرر کرنا۔

۹-۱۵ سے ۹-۴۵ تک۔ قانون ساز کمیٹی منظور شدہ قوانین کو بیان کریگی۔

شکرگزاری اور خاتمے کی دعا

ڈیلیگیٹس کے اپنے نام ڈاکٹر ڈی بکول سپر اسائیلم راولپنڈی کو بھیجنے چاہئیں

کنونشن کو اپنی دعاؤں میں یاد کرتے رہیئے۔

یہ درخواست کی جاتی ہے کہ سب سنڈے اسکول اپنے ڈیلیگیٹس کو چاہے وہ پنجاب میں شامل ہوں یا نہ ہوں اس سنڈے اسکول کنونشن میں ضرور بھیجیں ؀

منٹگمری

۲۳ فروری ۱۹۲۹ء

اِطلاعِ عام

پنجاب کرسچن اینڈیور کا سالانہ جلسہ بمقام جہلم تاریخ ۶، ۷، ۸ و ۹ مئی ۱۹۲۹ء کو منعقد ہوگا۔ ہم بڑی خوشی سے ہر ایک مسیحی اور ہر ایک کرسچن اینڈیور سوسائیٹیوں کو دعوت دیتے ہیں کہ تشریف لاکر کنونشن کو رونق بخشیں اور جو مرد تشریف لانا چاہتے ہیں وہ مشتہر کو اطلاع سے ممنون فرمادیں اور جو مستورات آنا چاہیں مس ایم۔ای لوگن صاحبہ امریکین مشن کو اطلاع دیویں ؀

شکریہ

میں اُن سب صاحبان کا جنھوں نے میری ہمشیرہ کے رحلت کرجانے پر میرے ساتھ بذریعہ خطوط ہمدردی ظاہر کی ہے تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔

غمزدہ گمرخداوند میں خوش۔ ڈبلیو۔ایس۔ ولیمس سی۔ایم۔ایس۔ ڈیرہ اسمٰعیلخاں

بٹالہ ڈسٹرکٹ

کو بشارتی مہم میں شاندار کامیابی

اس سال ہمارے نئے ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ صاحب نے حسب دستور ۱۵ فروری ۱۹۲۹ء سے بشارتی دعا دا شروع کردیا۔ ۱۳ فروری کا دن خاص طور پر بشارتی مہم کے متعلق دعائیہ عبادتوں میں صرف ہوا جس سے تمام کارندوں کو خدا نے بڑی برکت دی۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل مختصر رپورٹ سے ظاہر ہے۔

پادری آئی ڈی ریس صاحب نے بڑی سوچ بچار کے بعد آخر فیصلہ کیا کہ اس سال سے اپنے ہمراہ کوئی خاص گانے والے کرایہ پر نہ لیں۔ بلکہ کارندے اور مقامی دیہاتی گانے والے اپنے گرد ونواح میں مدد دیں چنانچہ اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے ہنڈارو ڈری اور کالیاں کے گانے والوں نے کسی معاوضہ کے بغیر خدا کی خدمت کے لئے اپنے اپنے حلقہ میں ڈی ایس کے ہمراہ خدمت میں شریک ہوکر اپنی روحانی دلچسپی کا ثبوت

دیا پادری صاحب نے تقریباً نصف علاقہ دیکھ لیا ہے اور آپ نے ان ایام میں مختلف جگہوں میں دعائیہ مجلسیں اور مذہبی جلسے منعقد کروائے ہیں *

ہم خدا کا شکر کرتے ہیں کہ اس نے ہر طرح سے ان جلسوں کو برکت بخشی اور اپنے جلال کا باعث ٹھہرایا!

قادیان جو کہ احمدیوں کا ایک خاص مرکز ہے میں بھی نیا کام کھولا گیا اور وہاں کثیر تعداد آدمیوں عورتوں اور بچوں کی کلیسیا میں بپتسمہ کی پاک رسم کے ذریعے شامل کی گئی۔ ۱۵ فروری سے ۱۰ مارچ تک پادری صاحب نے مختلف جگہوں میں ۸۸ جلسے کروائے۔ جن میں حاضرین مسیحی و غیر مسیحی لوگوں کی تعداد ۱۴۱۶۹ ہے اب تک ۱۲۶ بپتسمے ہوئے کیا مسیحی و غیر مسیحی کلام مقدس کو بخوشی سنتے ہیں۔ اور ایسے جلسوں میں شمولیت کو باعث فخر خیال کرتے ہیں ان تین ہفتوں میں آج تک مسیحیوں نے خدا کے کام کے لئے مبلغ ۱۸۹ بطور چندہ جناب ڈی۔ ایس صاحب بہادر کو ۱۲ مختلف کلیساؤں نے پیش کیا جس کے لئے ہم خدا کا شکر کرتے ہیں کہ وہ اپنے بندوں کو ان کی غریبی اور تنگدستی میں بھی مسیح کے نام پر دینے کی توفیق بخشتا ہے۔ اس مختصر رپورٹ سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ بٹالہ ڈسٹرکٹ کی بشارتی مہم کس قدر شاندار کامیابی حاصل کر رہی ہے۔ پادری صاحب کا خیال ہے کہ اس مہم کو ۳۱ مارچ ۱۹۲۹ء تک جاری رکھیں۔ جب تک کہ اپنے ڈسٹرکٹ کے ایک ایک گاؤں میں بشارتی جلسے منعقد نہ کروالیں۔ خدا کا شکر ہے کہ پادری صاحب گو نووارد ہیں لیکن مسیحی محبت حلیم الطبعی اور خوش خلقی کے باعث آپ کو ہر دلعزیز ہونے کا فخر حاصل ہے

خدا سے دعا ہے کہ وہ آپ کو خاص اس علاقہ میں کامیابی کے ساتھ استعمال کرے۔ چونکہ ابھی آپ کے علاقہ میں بشارتی کام جاری ہے لہٰذا مکمل رپورٹ اس ماہ کے آخر میں ہدیہ ناظرین کی جاوے گی۔ ناظرین سے التماس ہے کہ بٹالہ ڈسٹرکٹ کو ضرور اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں

ڈونیل۔ ایل۔ مل۔ بٹالہ

نور افشاں کے لئے نئے خریدار دیجئے *

لاہور ڈی۔ ایم سی کے سالانہ اجلاس گوجرہ میں

آج سے ۵ سال پہلے ۱۹۲۳ء میں لاہور ڈی۔ ایم۔ سی کا مورخہ ۱۳ و ۱۴ مارچ ۱۹۲۹ء کو سالانہ اجلاس ہمارے سی۔ ایم۔ ایس بوائز ہوسٹل میں منعقد ہوا جس میں بہاولپور۔ ملتان۔ ٹوبہ ٹیک سنگھ۔ پتوکی۔ لاہور۔ کلارک آباد اور گوجرہ وغیرہ کی ہر ایک پاسٹریٹ کی طرف سے مقرر شدہ ڈیلیگیٹس تشریف آور ہوئے۔ ڈیلیگیٹس کے استقبال کے لئے عالی جناب ریورنڈ کینن ڈبلیو۔ پی ہیرس بذات خود ریلوے اسٹیشن پر تشریف لے گئے۔ سامان وغیرہ کا خوب انتظام کیا اور اپنی موٹر سواری کے لئے بزرگ پادری صاحبان کو دی جو بڈھے تھے اور خود پاپیادہ دیگر صاحبان کے ہمراہ آئے۔

مورخہ ۱۳ مارچ کو صبح بوقت آٹھ بجے عالی جناب کینن ہیرس صاحب نے چرچ میں سرمن دیا۔ دس بجے سے دو بجے دوپہر تک تمام پاسٹریٹ کے ڈیلیگیٹس نے اپنی اپنی پاسٹریٹ کی سالانہ کارروائی کے بیان سنائے ازاں بعد کینن صاحب نے سلف سپورٹ کی بابت سمجھایا۔ وہ حالات بتائے جو انہوں نے ہندوستان کے دورے میں بچشم خود ملاحظہ کئے۔ اور پانچ بجے شام کو عالی جناب پادری دینا ناتھ کی طرف سے گرجہ میں وعظ تھا۔ مورخہ ۱۴ مارچ ۱۹۲۹ء کو بوقت ۸ بجے صبح عالی جناب پادری اے ڈنگور تھو صاحب نے چرچ میں سرمن دیا۔ جس میں بیرونی اور مقامی صاحبان حاضر تھے دس بجے سے دو بجے دوپہر تک اور تین بجے سے پانچ بجے شام تک مختلف اصحاب نے اقتصادی پہلوؤں پر اصلاح آموز تقاریر کیں۔ طعام کا ہنہ و لبست نہایت اعلےٰ پیمانے پر کیا گیا تھا۔

نیز لیفن ہیرس صاحب اور مسز ہیرس نے اپنے دست مبارک سے مہمانوں کی خدمت بجا لانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔

اخیر پر ہم جملہ مہمانوں کا عام طور پر اور عالیجناب کینن ہیرس صاحب اور مسز ہیرس کا خاص طور پر شکریہ ادا کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ پاک پروردگار ان کو جزائے خیر دیوے۔ راقم۔ این۔ ڈبلیو جوزف گوجرہ

مختلف خبریں

سرکاری اطلاع
جون ۱۹۲۹ء میں صیغہ فوج اور صیغہ پرواز میں داخلہ کا امتحان
(از محکمہ اطلاعات پنجاب)

صیغہ فوج اور صیغہ پرواز کا داخلہ کا امتحان دہلی میں ۲۵ جون ۱۹۲۹ء کو شروع ہوگا اور قریباً دس دن تک جاری رہیگا۔

۲۔ اس امتحان میں کامیاب ہندوستانی اور اینگلو انڈین امیدواروں کو بشرطیکہ وہ اتنے نمبر حاصل کریں جن سے وہ کامیاب قرار دیئے جا سکیں مندرجہ ذیل آسامیاں دی جائینگی۔

وولا وچ۔ ۶ (ہندوستانی انجینیر۔ آرٹلری اور سگنل)
سینڈ ہرسٹ ۱۳ (ہندوستانی کیولری اور انفنٹری)
کرین ویل۔ ۶ (ہندوستانی صیغہ پرواز)

۳۔ امیدواروں کی عمر یکم جولائی ۱۹۲۹ء کو ۱۸ سال سے کم اور ۲۰ سال سے زیادہ نہیں ہونی چاہئے۔

۴۔ امیدوار اس امتحان میں بیٹھنے کے لئے درخواست کی فارم کی نقول سیکرٹری گورنمنٹ ہند محکمہ فوج دہلی سے براہ راست حاصل کر سکتے ہیں۔ اس قسم کی درخواستوں کے لئے یکم مئی ۱۹۲۹ء آخری تاریخ ہوگی۔ اسکے بعد کسی درخواست پر غور نہیں کیا جائیگا۔

۵۔ امتحان کے مضامین اور دیگر تفاصیل رسالہ موسومہ رائل ملٹری اکاڈمی وولا وچ۔ رائل ملٹری کالج سینڈ ہرسٹ اور رائل ایر فورس کیڈٹ کالج کرین ویل میں ہندوستانی

صحاب کے داخلہ کے متعلق ضوابط میں درج ہیں۔ رسالہ مذکورہ کی بقول منیجر گورنمنٹ آف انڈیا سنٹرل پبلیکیشن برانچ نمبر ۸ ہیسٹنگز سٹریٹ کلکتہ سے ۸ر ادا کرنے پر ملسکتی ہے۔ نوٹ۔ رائل انڈین میرین کے داخلہ کے امتحان کے متعلق جو دہلی میں مذکورہ بالا امتحان کی تاریخوں پر منعقد ہوگا اور جس کے وہی مضامین ہونگے۔ ایک سرکاری اعلان عنقریب شائع کیا جائیگا۔

مسٹر بلیٹی شاہ کے خلاف مقدمہ کا فیصلہ

الہ آباد ۵ اپریل۔ مسٹر بلیٹی شاہ گیلانی جو ڈیرہ دون مسوری ٹریموے کمپنی کے مینیجنگ ڈائرکٹر تھے الہ آباد ہائیکورٹ کے مسٹر جسٹس مکرجی نے حکم دیا کہ وہ ایک لاکھ روپیہ کمپنی کا جو کہ اسوقت زیر دیوالہ ہے بطور ہرجانہ ادا کرے اسکے علاوہ اور بھی کئی رقوم کی ادائیگی کا حکم دیا ہے۔ جج نے اپنے فیصلہ میں لکھا ہے کہ مسٹر بلیٹی شاہ اگرچہ بڑا ہوشیار اور ذہین شخص ہے مگر اسکے ساتھ ہی بڑا اسکار اور غیر محتاط بھی ہے۔ ہزلارڈشپ نے یہی اپنے فیصلہ میں رقم فرمایا ہے کہ اس نے کمپنی کا روپیہ بددیانتی سے ضائع کیا ہے اور اس کمپنی کے نقصان کی تمام تر ذمہ واری اسکے کندھوں پر ہے۔

امیر امان اللہ خاں کی فوج میں ۹۶ ہزار مسلح سپاہیوں کا اضافہ

۹ اپریل پشاور۔ سول اینڈ ملٹری گزٹ کا نامہ نگار خصوصی راوی ہے کہ عبدالعزیز خاں جو افغانستان کے ایک اخبار کے ایڈیٹر ہیں آج قندھار سے بذریعہ تار اطلاع دیتے ہیں کہ امیر صاحب جو قندھار سے ۳۱ ہزار مجاہد کے ساتھ کابل کی طرف روانہ ہوئے تھے قلات غلزئی پہنچ گئے جہاں آپ نے اپنی فوج کو دو حصوں میں تقسیم کیا۔ بیس ہزار مسلح پاہیز کی امید کی جارہی تھی کہ ۱۰ اپریل کو دوپہر تک موقر پہنچ جائینگے اور سترہ ہزار قندھاری سپاہی امیر صاحب کے ساتھ پہنچینگے۔ سترہ ہزار سپاہیوں کا ایک اور ٹولا جس میں دس ہزار ہزارہ شامل ہیں موقر پہنچینگے۔ اس سے اندازہ کیا جاتا ہے کہ اب امیر صاحب اس قابل ہوگئے ہیں کہ ۹۶,۰۰۰ ہزار سپاہی میدان جنگ میں پہنچ سکیں۔ (سول اینڈ ملٹری گزٹ)

مہاشہ راجپال کا قتل

لاہور ۶ اپریل۔ آج دوپہر کو دو بجے کے قریب رسوائے عالم کتاب رنگیلا رسول کے پبلشر مہاشہ راجپال کو اسکی دوکان واقع ہسپتال روڈ میں کسی نے چھرے سے قتل کر دیا قاتل ایک مسلمان نوجوان بیان کیا جاتا ہے جسکی عمر بیس بائیس سال ہے ذات کا ترکھان نام علم دین ہے۔

لاہور ۷ اپریل۔ آج آریہ سماجیوں نے راجپال مقتول کی ارتھی کا جلوس نکالنا چاہا لیکن پولیس نے اجازت نہ دی ہجوم نے ایک خالی تختے پر پھول ڈالکر جلوس نکالنے کی کوشش کی لیکن پولیس نے مزاحمت کی اور ہجوم کو منتشر کیا شہر میں پولیس کا زبردست پہرہ ہے آٹھ روز کے لئے تمام جلسے اور جلوس بند کر دیئے گئے ہیں۔

ملزم کا چالان۔ لاہور ۸ اپریل۔ قتل راجپال کا ملزم علم دین اسوقت پولیس لائن کی حوالات میں بند ہے۔ پولیس نے آٹھ روز کے لئے ریمانڈ حاصل کر لیا ہے۔ معلوم ہوا ہے کہ قتل کے واقعہ کی نسبت پولیس نے ضروری شہادت قلمبند کر لی ہے۔ اور جہاں تک واقعہ کا تعلق ہے چالان مکمل ہے۔ لیکن پولیس اب امر کی تحقیقات کر رہی ہے کہ آیا ملزم کو انگیخت کرنیوالا بھی کوئی ہے یا نہیں۔

اسمبلی کے ایوان میں پے بپے دو بموں کا دھماکا

نئی دہلی ۸ اپریل۔ آج جب اسمبلی کا اجلاس پھر شروع ہوا تو صرف دس منٹ کے بعد ایوان میں بم گرنے سے دو زبردست دھماکے اور دھواں پھیل جانے سے خوفناک صورت پیدا ہو گئی مسٹر پٹیل نے اجلاس آئندہ جمعرات تک ملتوی کر دیا۔ ایک سرخ پمفلٹ بعنوان ہندوستان کی جمہوری فوج کا اعلان اور دونوں بموں کے ساتھ گرا۔ پولیس نے فی الفور حال کے تمام دروازوں پر تالے لگا دیئے اور تماشائیوں کے ہجوم کی نقل و حرکت بند کر دی گئی جس وقت بم گرے اس وقت سر جان سائمن بھی صدر کی گیلری میں تشریف فرما تھے مگر انہیں کوئی گزند نہیں پہنچا۔

سر جارج شوسٹر۔ سر بومن جی دلال مسٹر راگھویندرا راؤ۔ مسٹر شنکر راؤ زخمی ہوئے۔ سر دلال کے زخم شدید ہیں سرکاری ارکان کی تین بنچوں کے پرخچے اڑ گئے۔ ہندوستانی مرکزی کمیٹی کے ڈپٹی سکرٹری مسٹر اویس۔ این رائے افسران گیلری میں بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ بھی زخمی ہوئے اور ان کے ہاتھوں سے خون کے فوارے نکلے۔ اس ضمن میں دو نوجوان گرفتار کئے گئے ہیں۔ ان میں سے ایک تو بٹوکیشور دت ہے جو بنگال کا رہنے والا ہے اور الہ آباد میں سکونت پذیر ہے۔ دوسرا بھگت سنگھ پنجابی ہے۔ اطلاع ملی ہے کہ ان دونوں نے پولیس کے سامنے اقبال جرم کر لیا ہے۔

نورافشاں۔ ہندوستان میں اپنی نوعیت کا یہ پہلا واقعہ ہے۔ اس بزدلانہ اور وحشت انگیز کارروائی کے خلاف ہم نفرت اور غصہ کا اظہار کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ رعایا کے نمائندوں کو پبلک سیفٹی بل کے خلاف اپنے جذبات کے اظہار کا پورا حق حاصل ہے لیکن جذبات کے اظہار کی یہ صورت قطعاً قابل نفرین ہے۔ ہمارے خیال میں جن لوگوں نے اسمبلی میں بم پھینک کر اپنے خبث باطن کا ثبوت دیا ہے وہ ہندوستان کی آزادی کے بدترین دشمن ہیں۔ اگر کمیونزم یا بالشوزم اسکا نام ہے کہ ایک خاص مقصد کی تکمیل کیلئے وحشت انگیزی اور ابتری کی فضا پیدا کیجائے تو ہم اسے بنی نوع انسان کے لئے سب سے بڑی لعنت خیال کرتے ہیں۔ ہم رعایا کے جائز حقوق کے تحفظ کے لئے حکومت کی مخالفت کرنا اپنا پیدائشی حق سمجھتے ہیں لیکن ایسی مخالفت کو جس سے امن اور انتظام کی صورت مفقود ہو جائے ہم ایک فتنہ عظیم خیال کرتے ہیں جسکا نتیجہ تباہی اور بربادی کے سوا اور کچھ نہیں۔ اس معاملہ میں ہماری ہمدردی حکومت کے ساتھ ہے اور ہمیں امید ہے کہ اسمبلی کے تمام ارکان اس فتنہ کے سدباب کے لئے حکومت کا ہاتھ بٹائینگے۔

غزنی پر امان اللہ کا قبضہ ہو گیا

پشاور ۷ اپریل۔ اطلاع موصول ہوئی ہے کہ غزنی پر کنگ امان اللہ خاں کی فوجوں نے قبضہ کر لیا ہے بچہ سقہ کی سپاہ شکست کھا کر بھاگ گئی ہے۔ اس واقعہ کو تین دن ہو چکے ہیں۔

بقیہ مراسلات

مسیح کا تجسم اور اُس کی اہمیت

گذشتہ سے پیوستہ

(از قلم عالی جناب پی۔ این۔ بھنوٹ صاحب بی۔ اے)

تقدس خدا جاننے کے لئے تنافرِ گناہ کو سمجھنا لازمی و لابدی ہے۔ چونکہ انسان کا دل بگڑ چکا ہے اس لئے وہ تنافرِ گناہ کو صحیح معنوں میں سمجھنے سے قاصر رہتا ہے۔ تاہم بُرے سے بُرا گنہگار بہ حیثیت افعال و اقوال کی پاکیزگی کا خواہاں رہتا ہے۔ تو اگر ایک گنہگار پاکیزگی اور نیکی کا احساس رکھتا ہے یا اُسکو پسند ہے یہ معلوم ہوتی ہے تو کیا خدا اس سے محروم رہ سکتا ہے؟ کیا ہم اس میں اس پاکیزگی کو بدرجہا بہتر و اکمل نہ پائینگے؟ لیکن گمراہ انسان اس حقیقت بے بدل پر غور ہی نہیں کرتا۔ کیونکہ وہ گنہگار ہے۔ خدا چاہتا ہے کہ بغیر خدشہ کے کل گناہ صغیرہ و کبیرہ سرزد کرتا پھرے۔ لیکن یہ تقدس ہے کیا؟ یہ پاکیزگی میں پاکیزگی کو جمع کرنا نہیں۔ بلکہ پاکیزگی کو کثیر التعداد میں بڑھا دینا۔ مثلاً ایک بجلی کا قمقمہ جسکی روشنی ایک سو بتی کے برابر ہو یہ مطلب نہیں رکھتا کہ ایک سو موم بتیاں اس میں روشن ہیں اگرچہ وہ قمقمہ سو موم بتیوں سے کم جگہ گھیرے ہے تاہم روشنی ان کے برابر ہے۔ تقدس صرف خدا کی پاکیزگی کے لئے استعمال کیا جاتا ہے کیونکہ اس تقدس میں پاکیزگی کو بے انتہا درجہ تک بڑھا دیا ہے لیکن انسان میں اسقدر احساس نہیں۔ کہ اُس کا اندازہ کر سکے۔

یوں ہم جان سکتے ہیں کہ تجسم خدا تقدس خدا کا کاشف ہے۔ اور اس نے حیوانات مطلق کی قربانی جو شریعت کی مقرر کی تھی ہٹا کر اُس نے خود ایک پوری کامل اور کافی قربانی نذر اور صادر شدہ کی۔ چونکہ انسان خود پاکیزگی کی حس کو کھو چکا ہے اور فطرتاً گنہگار ہے اس لئے وہ خدا کو دیکھنے سے عاجز ہو گیا۔ ایسی حالات لازمی ہوا کہ واجب اور ممکن میں کوئی واسطہ یا برزخ ہو کر ان راز ہائے سربستہ کو جو انسان کے فہم و ادراک سے بالاتر ہیں منکشف کرے۔ اس لئے خدا باپ کا اظہار خدا بیٹے میں ہوا۔ وہ انسانوں کے درمیان رہا اور اپنی زندگی میں تقدس خدا کو ظاہر کیا جسکا اور کسی طرح بھی انکشاف نہ ہو سکتا تھا۔ لہٰذا اقنومِ اول کا اظہار اقنومِ ثانی میں ہوا اور گناہ کی تحقیر انسان سے نہ ہٹ سکتی تھی تاوقتیکہ اُسکی سزا خدا خود اپنے اوپر لیتا جسے خدا بیٹے نے پایۂ تکمیل کو پہنچایا۔ پس تجسم خدا میں دو امور نہاں ہیں۔ اوّل تقدس ذات باریتعالےٰ کو ظاہر کرنا۔ دوم گناہ کی سزا اپنے اوپر لینا یعنی گناہوں کا کفارہ ہونا۔

تقدس خدا کا وصف کاملہ ہے۔ لیکن جب وہ ذی حس مخلوق اور بالخصوص حیوانات ناطقہ کے ساتھ علاقہ رکھتا ہے تو یہ وصف، وصف نسبتی ہو کر عدل میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ کیونکہ خدا پاک ہے اور کل بدی سے مبّرا و منزہ ہے۔ اس لئے جب وہ انسان فاعل مختار کے ساتھ برتاؤ کرتا ہے تو اپنے عدل کو احسن و اکمل طریقہ سے استعمال کرتا ہے۔ چونکہ خدا عادل ہے اور عدل کی یہ منشا ہے۔ کہ گنہگار یا ملزم کو سزا ملے۔ اس لئے خدا اپنے انصاف کو برحق و برقرار رکھتا ہے۔ اگر وہ گناہ سے اغماض کرتا ہے تو وہ قدوس نہ رہا اور وہ خدا خدا نہ رہا۔ چونکہ خدا کو گناہ سے نفرت ہے اور ساتھ ہی وہ عادل ہے۔ اس لئے وہ گنہگار کو اُس کے گناہ کے مطابق سزا دیتا ہے۔ ازلی و ابدی خدا کے مقابل گناہ ابدی اور غیر متناہی سزا یعنی دوامی جہنم یا خدا سے ہمیشہ کی جدائی کا مستوجب ہے۔ اسی لئے گناہ کی مزدوری موت ہوئی (رومیوں ۶: ۲۳) اگر انسان نجاتِ خود اپنے گناہ کی سزا بھگتتا اور وہ برزخ کبرا نہ ہوتا تو یہ مبرہن ہے کہ آدم کی ساری نسل داخل جہنم ہوتی کیونکہ کوئی راستباز نہیں ایک بھی نہیں (رومیوں ۳: ۱۰) اگر کہیں کہ خدا انسان کو بچا ہی نہیں سکتا تو یہ اُسکی ناقابلیت اور ناعاقبت اندیشی پر دلالت کرتا ہے۔ اگر اول الذکر کو باور کریں تو وہ قادرِ مطلق نہ رہا اور اگر مؤخرالذکر تو عالم الغیب یا عالم مطلق نہ ٹھہرا۔ اگر یہ کہا جائے کہ خدا اس بات سے بے بہرہ نہ تھا کہ اُسکی مخلوق اُسکے ارادے اور اُس کے خلاف چلیگی اور یوں مقصد اولےٰ مفقود ہو جائیگا۔ یا کہ خدا نے محض تضیع اوقات یا دل لگی کے لئے یہ دنیا اور طبقہ موجودات ترتیب و تشکیل کیا تھا تو اس سے اور زیادہ کفر کیا ہو سکتا ہے؟ خدا نے انسان کو اپنی صورت پر پیدا کیا تاکہ وہ خوشی سے رہے اور خدا سے مطابقت و مناسبت قائم رکھ سکے یہ موانست اور رفاقت محبت کے زنجیر و رشتہ سے مضبوط و مستحکم رہ سکتی ہے جس طرح انسان کا فطرت خارجی سے تعلق ہے۔ اس سے کہیں زیادہ اس کا تعلق خدا سے ہے جسے چاہے انسان محبت سے قائم رکھے اور چاہے اپنی نادانی سے معدوم کر دے۔ حاصل کلام یہ کہ خدا نے انسان کو فاعل مختار پیدا کیا۔ خدا انسان کو خلق کرنے سے پیشتر ہی شناسا تھا کہ انسان اپنی آزادی کا ناجائز فائدہ اُٹھائیگا اور وہ اس امر سے لاعلم یا بے بہرہ نہ تھا۔ بلکہ دنیا کی پیدائش سے پیشتر ہی خدا باپ۔ خدا بیٹے اور خدا روح القدس کی ازلی و ابدی کونسل میں یہ قرار پایا تھا کہ مسیح ہی وہ برہ ہو جو کل لوگوں کے گناہوں کے لئے قربانی اور فدیہ ہو۔ (مکاشفہ ۱۳: ۸) جبکہ تقدس خدا اسے نفرت کرتا ہے اسکی محبت گنہگار کو پیار کرتی ہے اور اسی لئے اُسکی نجات کا وسیلہ بنایا ہے۔ فرض کیجئے کہ ہمارا بچہ کیچڑ اور گندگی میں لت پت ہے۔ ہم ہرگز بچے کو گندگی میں پھینک نہیں دیتے بلکہ اُسکو نہلاتے ہیں اور صاف و اُجلا کپڑے زیب تن کرتے ہیں اور اس طرح اس کثافت سے رہائی دیتے جس طرح وہ بچہ اپنے آپ کو صاف نہیں کر سکتا تھا اور ہم نے اُسے صاف کیا خدا نے ہماری نجات کا انتظام کیا ہے۔ اس نے اپنے بیٹے یعنی اقنوم ثانی کو بھیجا تاکہ انسان کو گناہ کی گندگی سے صاف کر کے بحال کرے۔ تاکہ وہ از سرِ نو خدا سے یگانگت رکھ سکے۔ تاوقتیکہ گنہگار کے گناہ نہیں مٹتے وہ نجات حاصل نہیں کر سکتا۔

انجیل خدا کی قدرت ہے۔ (رومیوں ۱: ۱۶) چونکہ خدا قادرِ مطلق ہے اور واجب الوجود ہے۔ اس نے ایک حکم سے اس دنیا اور کل عالم موجودات جملہ طبقہ حیوانات اور طبقہ نباتات و جمادات کو پیدا کیا۔ لیکن شاید بعض لوگ کہیں کہ اگر خدا ایک حکم سے یہ سب کچھ کر سکتا تھا تو کیا وہ ایک حکم سے گناہ کو منسوخ کر کے گنہگار کو اور اس کے نتائج قہر سے رہائی نہ دے سکتا تھا؟ اگر